۱۲ ربیع الآخر ۱۴۴۸ھ / 25 ستمبر 2026ء

بلند ہمّتی:

مفہوم، فضائل، ذرائع اور تابندہ مثالیں

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلس علماء نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلس علماء نظامیہ پاکستان Follow our Account
Jamia Nizamia Rizvia Like our Page
Jamia Nizamia Rizvia Like our Page
You Tube Jamia Nizamia Rizvia Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

سَابِقُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَجَنَّۃٍ عَرۡضُہَا کَعَرۡضِ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ۙ اُعِدَّتۡ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ ؕ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ۔ [الحدید 57:21]

ہر انسان کے دل ودِماغ میں کچھ تصوُّرات، آرزوئیں اور تمنائیں پرورِش پاتی ہیں۔ قلب وذہن میں پروان چڑھنے والے اِن خوابوں اور اُمّیدوں کے اثرات بندے کے فکر وعمل اور کردار وگفتار سے ظاہر ہوتے ہیں اور وہ اپنی سوچوں کو حقیقت میں تبدیل کرنے کے لیے دولت، وقت اور توانائیاں صَرف کرتا ہے۔

چنانچہ لائقِ رشک کردار کی تعمیر کے لیے ضروری ہے کہ انسان کے نظریات پختہ، تصوُّرات پاکیزہ اور آرزوئیں مثبت وبَلند ہوں، پھر وہ اُنھیں حقیقت کا رُوپ دینے کے لیے اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرتے ہوئے مسلسل جِدّوجَہد کرے۔

قرآن وسنّت نے جہاں سیرت وکردار کو سنوارنے کا حکم دیا ہے اور اُس کے لیے تفصیلی راہ نمائی عطا کی ہے، وہیں عمل وکردار کی بنیاد، یعنی تصوُّرات، عزائم اور خوابوں کو بَلند تر رکھنے کی بھی تربیت دی ہے اور اِس کا سلیقہ وقرینہ بھی تعلیم فرمایا ہے۔

شاعرِ مشرق اقبال علیہ الرحمہ نے بھی بَلند نگاہی کو قیادت کے لیے بنیادی شرط قرار دیا۔ اُنھوں نے اپنے معروف شعر میں کہا:

نِگہ بَلند، سخن دل نواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رَختِ سفر میر کارواں کے لیے

عصرِ حاضر میں اِس بات کی اَشَدّ ضرورت ہے کہ ہم اپنی چاہتوں اور اُمّیدوں کو قرآن وسنّت کے تابع کریں؛ تاکہ اچھی سوچ کے نتیجے میں اچھا کردار پروان چڑھے اور بَلند عَزم وہمّت کی برکت سے عالی شان سیرت کی توفیق عطا ہو۔

25 ستمبر کو عالمی سطح پر اُمّیدوں اور آرزوؤں کا دن (World Dream Day) منایا جاتا ہے۔[1] اِس کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی سوچوں اور اُمّیدوں پر غور کرے، پھر مُثبَت تمنّاؤں کی تکمیل کے لیے پختہ عزم اور مسلسل کوشش کرے، جب کہ منفی سوچوں کو دل ودماغ سے نکال کر زندگی کو فضول اُلجھنوں سے نَجات دلائے۔

چنانچہ آج "بلند ہمّتی: مفہوم، فضائل، ذرائع اور تابندہ مثالیں" کے عنوان سے کچھ باتوں کا تذکرہ کیا جائے گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

---

[1] یہ دن اقوامِ متّحدہ کے عالَمی دنوں کی فہرست میں نہیں ہے، تاہم بعض مواقع پر اقوامِ متّحدہ نے اِس سے تعاوُن کیا ہے۔ ہمارا مقصود دن منانے والی تنظیمیں یا اُن کے اہداف نہیں ہیں، ہم اِس موقع کی مُناسَبت سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خیالات اور عزائم کو بَلند تر بنانے کا پیغام دینا چاہتے ہیں۔

بَلند ہِمَّتی کا مفہوم اور اُس کی ترغیب

دینِ متین سکھاتا ہے کہ انسان کی سوچ اور عَزم وہمّت بَلند تر ہونے چاہئیں۔ اُس کی تمنّا ہونی چاہیے کہ میں اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ اور رسولِ رحمت ﷺ کا منظورِ نظر اُمّتی بن جاؤں! مجھے تقوٰی سے ایسا وافِر حصّہ نصیب ہو کہ متّقین کا پیشوا بن سکوں! میرے علم و عمل سے اسلام سربلند ہو اور مسلمانوں کو نفع پہنچے! میرے والدین اور بُزرگ مجھ سے خوش ہوں! میری اولاد دین دار اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنے! میری زندگی اسلام پر گزرے اور خاتمہ ایمان پر ہو!

میدانِ مُسابَقَت: اگر سوچ بَلند نہ ہو تو انسان کی تگ ودَو دُنیاوی مَفادات کو حاصل کرنے تک محدود رہتی ہے اور وہ دُنیاداری میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، اِس کے برعکس قرآنِ حکیم تعلیم فرماتا ہے کہ دُنیا مُسابَقَت (Competition) کے قابل نہیں، سبقت لے جانے کی کوشش کسی اور چیز میں ہونی چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❖ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ! "دَوڑو (ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو)! اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنّت کی طرف جس کی وُسعت آسمان اور زمین کی وُسعت کی طرح ہے، وہ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے۔"

❖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ "یہ اللہ کا فضل وکرم ہے وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔" [الحدید 21:57]

ذریعۂ محبوبیّت: عالی شان سوچ اور کردار کی اَہمیت کا اندازہ اُس حدیثِ مبارک سے لگایا جاسکتا ہے، جسے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نانا جان ﷺ سے روایت کیا: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ مَعَالِيَ الْأُمُوْرِ وَأَشْرَافَهَا، وَيَكْرَهُ سَفَاسِفَهَا۔ یعنی "اللہ تعالیٰ عالی شان اور عمدہ اُمور کو پسند فرماتا ہے، جب کہ گھٹیا اُمور اُسے ناپسند ہیں۔" عالی شان اُمور کو اختیار کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے، جب کہ گھٹیا کاموں اور سوچوں کا عادی بارگاہِ الٰہی میں ناپسندیدہ ٹھہرتا ہے۔

(المعجم الکبیر، حدیث: 2894، مسند الشہاب للقضاعی، حدیث: 1076، الحدیث مرویّ بطرق أخرٰی ومؤیّد بالنصوص)

شاعرِ مشرق محمد اقبال علیہ الرحمہ نے بَلند ہمتی کا درس دیتے ہوئے کہا:

مَحبَّت مجھے اُن جوانوں سے ہے
سِتاروں پہ جو ڈالتے ہیں کَمَنْد[1]

---

[1] یعنی مجھے اُن جوانوں سے مَحبَّت ہے جن کا عزم وحوصلہ نہایت بَلند ہے اور وہ عالی شان کاموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

کوتاہ ہِمَّتی کا مفہوم اور اُس کی مذمّت

قرآن وسنّت میں کوتاہ ہِمَّتی، پَست خیالی اور گھٹیا مقاصِد کی مَذمَّت فرمائی گئی ہے۔ کوتاہ ہمتی کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے وقت اور صلاحیتوں کو عالی شان مقاصِد کے حصول میں صَرف کرنے کے بجائے دُنیاوی فوائد تک محدود کر دے... ذاتی عیش وعِشرت بڑھانے کے پیچھے پڑا رہے، مگر اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کی کوئی فکر نہ ہو.... دل تقوٰی واِخلاص اور خیر خواہی جیسے عمدہ اوصاف سے آراستہ ہونے کے بجائے تکبُّر، رِیاکاری، خود پسندی اور مَفاد پرستی جیسی بُری صِفات سے آلودہ ہو جائے۔ ایسی سوچ رکھنے والا شخص توکُّل و تفویض وغیرہ عالی شان اوصاف سے محروم ہونے کے باعث کوئی بڑا کام کرنے کا حوصلہ ہی نہیں پاتا۔

کوتاہ ہِمَّتی اور ارشادِ ربّانی: باری تعالٰی نے پست ہمّت لوگوں کی مَذمَّت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ۔ ”وہ دُنیا کے (صِرف) ظاہری پہلو کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل بے خبر ہیں۔“[الروم30:7]

اگرچہ بنیادی طور پر اِس آیتِ کریمہ کا مِصداق کفار ہیں، مگر یہ اُن مسلمانوں کو بھی درسِ ہدایت عطا کرتی ہے جن کی زندگیاں ہماری طرح دُنیاداری میں گزر جاتی ہیں اور دین وآخرت کی فکر ہی نہیں ہوتی۔

کوتاہ ہِمّتی کا انجام: سیدنا موسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَات کے دَور میں ”بَلْعَم“ نامی ایک دانشور تھا، اُسے علم میں انتہائی عُروج حاصل تھا، مگر بلند سوچ اور آرزو نصیب نہیں تھی۔ اُس کا انجام بد ذکر کرتے ہوئے ربِّ کریم جَلَّ مَجْدُہٗ نے فرمایا: وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ۔ ”لیکن وہ تو زمین سے چمٹ گیا (دُنیا کے فتنے میں مبتلا ہو گیا) اور اپنی خواہش کا غلام بن گیا، پس اُس کی مثال کُتّے کی سی ہے۔ اے مخاطب! اگر تو اُس پر حملہ کرے تو وہ زبان نکالے یا اُسے چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے۔“[الاعراف176:7]

علم کی عظَمت کا درس دینے والے قرآنِ حکیم نے بلعم کے لیے ایک ذلیل جانور کی مثال دے کر سمجھایا کہ علم کی عظمت تبھی ہے جب اُس کے ساتھ رِضائے اِلٰہی کی تڑپ اور نِگاہ کی بلندی نصیب ہو... دُنیاپرست کو اُس کا علم ذلت ورُسوائی اور تباہی تک لے جاتا ہے۔

بلند سوچ سے محروم محض دُنیا کے پیچھے مارے مارے پھرنے والوں کو اقبال علیہ الرحمہ نے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

تِری دُعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
مِری دُعا ہے تری آرزو بدل جائے[1]

---

[1] یعنی تُو یہ دُعا کرتا ہے کہ تیری تمنّا پوری ہو جائے، جب کہ مَیں یہ دُعا کرتا ہوں کہ تیری آرزو ہی بدل جائے اور تو بلند مقاصِد کو پانے کی کوشش کرے!

بلند ہمتی کے ذرائع

کوتاہ ہمت شخص اگر اپنے خوابوں کی پرواز بلند کرنا چاہے، اُس کی آرزو ہو کہ میری تمنائیں قرآن وسنّت کے مطابق عالی شان ہو جائیں تو اُسے کیا کرنا چاہیے؟ بلند ہمتی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ عزائم کو پختہ اور آرزوؤں کو بلند کرنے کے لیے چند اُمور اَہَمّ ہیں:

1) بارگاہِ الٰہی میں دُعا: بلاشبہ ہر خیر و بھلائی محض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ چنانچہ بارگاہِ ربّ العزّت میں دُعائیں کرنی چاہییں کہ وہ ہمارے خیالات کو پاکیزہ، اِرادوں کو پختہ اور تمنّاؤں کو بلند تر بنادے!

سرکارِ دوعالَم ﷺ نے سیدنا شَدّاد بن اَوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا: يَا شَدَّادَ بْنَ أَوْسٍ! إِذَا رَأَيْتَ النَّاسَ قَدِ اكْتَنَزُوا الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ فَاكْنِزْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ! ”اے شداد! جب تم دیکھو کہ لوگ سونے اور چاندی کو ذخیرہ کر رہے ہیں تو تم اِن کلمات کو اپنا خزانہ بنالینا:“

- اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ وَالْعَزِيْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ! یعنی ”اِلٰہی! مَیں تجھ سے بھیک مانگتا ہوں کہ مجھے تمام دینی اُمور پر استقامت عطا فرما! اور ہدایت پر دل کی مضبوطی سے نواز دے!“
- وَأَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ![1] ”مَیں تیرے حضور التجا کرتا ہوں کہ مجھے اُن باتوں، کاموں اور خوبیوں کی توفیق عطا فرما جو تیری رحمت کا ذریعہ بنیں اور اُن کے سبب تیری بخشش و مغفرت نصیب ہو جائے!“
- وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ! ”اور مَیں تجھ سے یہ خیرات مانگتا ہوں کہ اپنی نعمتوں کے شکر اور اچھے طریقے سے اپنی عبادت کرنے کی توفیق مَرحمت فرمادے!“
- وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيْمًا وَّلِسَانًا صَادِقًا! ”مَیں (غلط عقائد اور بُری صفات سے) پاکیزہ و محفوظ دل اور سچی زبان مانگتا ہوں!“
- وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ، إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ! ”اور اِلٰہی مَیں تجھ سے اُن تمام بھلائیوں کی دُعا کرتا ہوں جو تیرے علم میں ہیں اور ان تمام برائیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو تو جانتا ہے اور مَیں اُن گناہوں کی مُعافی چاہتا ہوں جو تیرے علم میں ہیں! بے شک تو ہی تمام غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔“

(المعجم الکبیر، حدیث: 7135۔ حلیۃ الاولیاء، ج: 1، ص: 266، رجالہٗ ثقات)

جس دَور میں لوگ چھوٹی سوچ کے حامل بن کر دُنیاداری اور مال و دَولت جمع کرنے کو ہی مقصدِ زندگی بنالیں اُس وقت کے لیے جانِ رحمت ﷺ نے بلند ہمتی سمیت تمام بھلائیوں کی دُعا پر مشتمل یہ حسین کلمات تعلیم فرمائے۔

---

[1] (مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ) أَيْ: أَسْبَابَهَا۔۔۔ يَعْنِي الْأَفْعَالَ وَالْأَقْوَالَ وَالصِّفَاتِ الَّتِيْ تَحْصُلُ رَحْمَتُكَ بِسَبَبِهَا۔ (وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ) أَيْ: مُؤَكِّدَاتِهَا، يَعْنِي الْخِصَالَ الَّتِيْ تَحْصُلُ مَغْفِرَتُكَ بِسَبَبِهَا۔ أَيْ: أَسْأَلُكَ أَنْ تُعْطِيَ نَصِيْبًا وَافِرًا مِنْهُمَا۔ (مرقاۃ)

2) قرآن وسنّت کا مطالَعہ: بلند ہمّتی حاصل کرنے کا ایک انتہائی اَہَمّ ذریعہ بزرگانِ دین کی تشریحات کی روشنی میں قرآنِ حکیم کا مُطالَعہ کرنا بھی ہے۔ قرآنِ مجید میں غور و فکر سے ایمان پختہ ہوتا ہے، رِضائے اِلٰہی کی تڑپ نصیب ہوتی ہے، مقصدِ پیدائش کا شعور ملتا ہے، تقوٰی وطہارت کی اَہَمیت دل نشین ہوتی ہے، خود احتِسابی اور آخرت کی تیاری کا جذبہ بیدار ہوتا ہے، توکُّل ویقین اور خُشوع وخُضوع جیسے اوصاف کی قدر ومنزلت معلوم ہوتی ہے.... یوں قرآنِ حکیم کا مُطالَعہ انسان کے گفتار وکردار میں حیرت انگیز نکھار لاتا ہے۔ اِسی طرح جانِ ایمان ﷺ کے فرامینِ مقدّسہ بھی فکری وعملی بلندی کا ایک اَہَمّ ذریعہ ہیں۔

مثلاً ایک شخص سمجھتا ہو کہ مَیں بہت کمزور ہوں، میری صلاحیتیں محدود ہیں اور کوئی عظیم الشان کارنامہ انجام دینا میرے بَس میں ہی نہیں... جب اُسے قرآن وسنّت کے مُطالَعہ سے اِس حقیقت کا اِدراک ہو کہ اُس کی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں ربّ تعالٰی کے کرم سے ہیں... تو اس کی نگاہ اپنی ذات کی کمزوری سے ربِّ کریم کی قدرت کی طرف مُتوجّہ ہو جاتی ہے۔ پھر وہ بندہ کسی بھی کام میں اپنی طاقت کو نہیں دیکھتا، بلکہ اللہ تعالٰی کی قدرت پر نظر رکھتا ہے تو اُس میں بڑے کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ یعنی "اے حبیب! اَہَمّ کاموں میں اپنے صَحابہ کے ساتھ مشورہ کیجیے! پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسا کیجیے! بے شک اللہ توکُّل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔" [اٰلِ عمرٰن 3:159]

3) پسندیدہ شخصیّات کی پیروی: ذہن سازی اور فکری تربیت میں پسندیدہ شخصیات کا نہایت گہرا اثر ہوتا ہے۔ انسان جن شخصیات کے طرزِ زندگی یا کردار سے متأثر ہو اُنھیں اپنا آئیڈیل سمجھ کر اُن جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ بلند ہمتی کا ایک بہترین ذریعہ یہ بھی ہے کہ ہم ایسی ہستیوں کو اپنا راہ نما بنائیں جو خود عالی ہمت ہیں اور قابلِ تعریف کردار کے مالک ہیں۔

بلند ہمّت ہستیوں میں سب سے اونچا مقام اُولوالعزم رسولوں کے سردار ہمارے آقا ومولا محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے، پھر انبیائے کِرام علیہم السلام کے بعد حضورِ اقدس ﷺ کے صحابۂ ذی شان اور اہلِ بیتِ عِظام رضی اللہ عنہم کی سیرتوں کا مُطالَعہ انسان کی سوچ کو ثُرَیا کی بلندیوں تک لے جاتا ہے۔ یوں ہی بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالٰی کے نقوشِ قدم بھی مَنارۂ نور ہیں۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو ناز تھا کہ اُنھوں نے امام الانبیا ﷺ کو اپنا آئیڈیل بنایا ہے اور صحابہ کو اُسوہ بنانا ہمارے لیے اعزاز ہے۔ شاعرِ دربارِ اقدس سیدنا حسّان بن ثابت نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ایک حبشی شعر کا عربی میں ترجمہ کرتے ہوئے کہا:

إِذَا الْمَكَارِمُ فِي آفَاقِنَا ذُكِرَتْ
فَإِنَّمَا بِكَ فِينَا يُضْرَبُ الْمَثَلُ [1]

(یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلّم! جب بھی آفاق میں قابلِ تکریم باتوں اور اعلٰی کردار کا ذکر ہو گا تو آپ کی برکت سے ہماری ہی مثالیں دی جائیں گی)

---

[1] الکشکول، از بہاء الدین محمد ہمذانی، ج:1، ص:237، دار الکتب العلمیہ۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے مزار پر حبشی زبان میں یہ شعر اب بھی لکھا ہوا ہے۔

بلند ہمتی کی تابندہ مثالیں

سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم حضرت اسلم علیہ الرحمہ کہتے ہیں: ایک موقع پر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تَمَنَّوْا! اپنی اپنی آرزوئیں بتاؤ! ایک صاحب کہنے لگے: أَتَمَنّٰى لَوْ أَنَّ هٰذِهِ الدَّارَ مَمْلُوءَةٌ ذَهَبًا أُنْفِقُهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَتَصَدَّقُ۔ میری آرزو ہے کہ یہ گھر سونے سے بھرا ہو اور مَیں وہ سارا سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دوں! دوسرے صاحب نے کہا: أَتَمَنّٰى لَوْ أَنَّهَا مَمْلُوءَةٌ زَبَرْجَدًا وَجَوْهَرًا، فَأُنْفِقَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَتَصَدَّقَ۔ میری تمنّا یہ ہے کہ یہ گھر موتیوں سے بھرا ہو، مَیں اُن سب کو راہِ خدا میں صدقہ کر دوں! (سبحان اللہ، کیسے پاکیزہ نفوس تھے اور عالی شان آرزوئیں تھیں! ہماری آرزوئیں دُنیاوی ضروریات تک ہی محدود ہوتی ہیں، اُن کی اُمیدیں بھی اُن کی شایانِ شان تھیں۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نیک کام کی سچی آرزو پر بھی اُس عملِ خیر کا پورا ثواب عطا کرتا ہے)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أَتَمَنّٰى لَوْ أَنَّهَا مَمْلُوءَةٌ رِجَالًا مِثْلَ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَحُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وفي روايةٍ فَأَسْتَعْمِلَهُمْ فِي طَاعَةِ اللهِ۔ میری تمنّا ہے کہ یہ گھر افراد سے بھرا ہو، وہ تمام ابو عُبَیدہ بن جرّاح، مُعاذ بن جَبَل، سالِم بن عُتْبہ اور حُذیفہ بن یمان (رضی اللہ عنہم) جیسے ہوں؛ تاکہ مَیں اُن سے دین کا کام لوں! (مثلاً ایک سے کہوں: آپ مجاہدین کی کمان سنبھالیں، دوسرے کو قاضی بنادوں، تیسرے کو دین پڑھانے پر مقرر کر دوں، چوتھے کو سماجی خدمت پر مامور کر دوں)

دوسرے حضرات نے راہِ خدا میں خرچ کرنے کے لیے وسائل کی آرزو کی، مگر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں وسائل کے بجائے باصلاحیت و دیانت دار قائدین کی تمنّا تھی، اِس سے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی دُور اندیشی بھی معلوم ہوتی ہے۔ قیادت ہو تو وسائل نہ ہونے کے باوجود بھی منزل حاصل ہو جاتی ہے، جب کہ وسائل ہوں، مگر قیادت نہ ہو تو مقصود کو پانا دُشوار ہو جاتا ہے۔

پھر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اُن کی عظمت ظاہر فرمانے کے لیے اُن کی طرف باری باری چار چار سو دینار بھیجے اور قاصد کو فرمایا: واپس آکر بتانا کہ وہ اِنھیں کیسے استعمال کرتے ہیں؟ تمام حضرات نے کچھ ہی دیر میں امیر المؤمنین کی طرف سے بھیجا ہوا تمام مال (راہِ خدا میں) تقسیم کر دیا۔ قاصد نے واپس پہنچ کر آپ کو بتایا تو فرمایا: قَدْ قُلْتُ لَكُمْ۔[1] مَیں نے کہہ دیا تھا (کہ یہ سچے اور سُچے مسلمان ہیں)۔

(المستدرک علی الصحیحین، رقم: 5005۔ التاریخ الأوسط للبخاری، رقم: 201، دار التراث۔ اسد الغابہ، ج: 1، ص: 706، دار الکتب العلمیۃ)

---

[1] ثُمَّ بَعَثَ بِمَالٍ إِلَى حُذَيْفَةَ، قَالَ: أُنْظُرْ مَا يَصْنَعُ؟ قَالَ: فَلَمَّا أَتَاهُ قَسَمَهُ۔ ثُمَّ بَعَثَ بِمَالٍ إِلَى مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، فَقَسَمَهُ۔ ثُمَّ بَعَثَ بِمَالٍ يَعْنِي إِلَى أَبِي عُبَيْدَةَ، قَالَ: أُنْظُرْ مَا يَصْنَعُ؟ فَقَالَ عُمَرُ: قَدْ قُلْتُ لَكُمْ۔ (التاريخ الأوسط للبخاري، رقم: 201) دیگر کتابوں میں یہ بھی تصریح ہے کہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِن حضرات کی طرف چار سو دینار (سونے کے سکّے) بھیجے اور اُنھوں نے چند لمحوں میں تمام کو تقسیم کر دیا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج: 20، ص: 33، رقم: 46۔ تاریخ مدینۃ دمشق، ج: 58، ص: 436، دار الفکر۔ حلیۃ الأولیاء، ج: 1، ص: 237، دار السعادۃ)

بلند ہمتی اور کوتاہ ہمتی کا تقابلی جائزہ

انسان کی سوچیں اُس کے کردار پر کتنا گہرا اثر مرتّب کرتی ہیں اور اُس کے عزائم اور اِرادوں کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اِس کا اندازہ ایک حدیثِ مبارک سے کیجیے!

سیدنا ابو کبشہ اَنماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روایت کردہ ارشادِ نَبَوی میں یہ حسین کلمات بھی ہیں: إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ۔ یعنی ”دُنیا والے چار حالتوں پر ہیں:“

1) عَبْدٍ رَّزَقَهُ اللهُ مَالًا وَّعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا، فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ۔۔۔ یعنی ”ایک بندہ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال بھی عطا کیا اور علم (دین) سے بھی نوازا، وہ اپنے مال سے متعلّق باری تعالیٰ سے ڈرتا ہے (نہ حرام طریقے سے کماتا ہے اور نہ ہی ناجائز کاموں میں خرچ کرتا ہے) اور صلہ رحمی کرتا ہے اور اپنے مال میں اللہ تعالیٰ کا حق تسلیم کرتا ہے تو یہ بندہ (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) سب سے افضل درجے پر ہے۔“ (اِس کا مال کمانا بھی شریعت کے مطابق ہے اور اُسے خرچ کرنا بھی)

2) وَعَبْدٍ رَّزَقَهُ اللهُ عِلْمًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا، فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ، يَقُوْلُ: لَوْ أَنَّ لِيْ مَالًا لَّعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ۔ یعنی ”دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا، مگر اُسے مال نہیں ملا، تاہم اُس کی نِیَّت سچی ہے، وہ (رشک کرتے ہوئے) کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو مَیں بھی فلاں کی طرح بھلائی کے کاموں میں مال خرچ کرتا تو اِسے اِس کی نِیَّت کے مطابق ثواب دیا جائے گا اور اِن دونوں کا ثواب برابر ہے۔“

3) وَعَبْدٍ رَّزَقَهُ اللهُ مَالًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا، فَهُوَ يَخْبِطُ فِيْ مَالِهٖ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَّا يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا، فَهٰذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ۔ یعنی ”تیسرا وہ شخص ہے جسے اللہ کریم نے مال عطا فرمایا، مگر وہ علم سے محروم رہا، وہ اپنا مال علم کے بغیر اندھا دھند خرچ کرتا ہے (حلال و حرام ذرائع سے کماتا ہے اور جائز و ناجائز کاموں میں صَرف کرتا ہے)، مال کے معاملے میں اپنے ربّ سے نہیں ڈرتا، نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ مال میں اللہ کا حق تسلیم کرتا ہے، یہ بدترین درجے پر ہے۔“

4) وَعَبْدٍ لَّمْ يَرْزُقْهُ اللهُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا، فَهُوَ يَقُوْلُ: لَوْ أَنَّ لِيْ مَالًا لَّعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ، فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ۔ یعنی ”چوتھا شخص وہ ہے جس کے پاس نہ مال ہے نہ علم، اُس کا عَزم و اِرادہ ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو مَیں بھی فلاں کی طرح عمل کرتا (اُس کی طرح نافرمانی میں مال خرچ کرتا)، تو اِسے اِس کی نیّت کے مطابق گناہ ہوگا، اِن دونوں کا گناہ برابر ہے۔“[1]

(جامع ترمذی، حدیث: 2325، قال الترمذی: حدیث حسن صحیح)

کوتاہ ہمتی کا اِس سے زیادہ وبال کیا ہو سکتا ہے کہ بندہ جُرم کیے بغیر اُس کے عَزم و اِرادے پر مُجرِم کے برابر گناہ اپنے سر لیتا ہے!

---

[1] ترجمہ و تشریح ماخوذ از التیسیر بشرح الجامع الصغیر، ج: 1، ص: 467، مکتبۃ الإمام الشافعی۔ مرآۃ المناجیح، زیرِ حدیث: 5287

حرفِ آخر: عالی شان سوچ، بلند مرتبہ کردار

انسان کی سوچوں اور تمنّاؤں کا اُس کی سیرت پر نہایت گہرا اثر ہوتا ہے، خیالات اچھے ہوں تو کردار میں بھی نکھار پیدا ہوتا ہے، جب کہ تصوُّرات پست اور آرزوئیں گھٹیا ہوں تو اخلاق و اعمال بھی انہی کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔

قرآن و سنّت نے مسلمانوں کو ہمیشہ سچے اِرادے اور اچھی آرزوئیں اختیار کرنے کی تربیت عطا فرمائی ہے۔

خالقِ کائنات نے جنّت کی بے مثال نعمتوں کا تذکرہ کر کے فرمایا: وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔ "للچانے والوں کو اِسی پر للچانا چاہیے / دل چسپی لینے والوں کو اِسی میں دل چسپی لینی چاہیے!" [المطففین 26:83] یعنی فانی دُنیا اِس قابل نہیں کہ بندہ رات دن اُس کی خاطر مارا مارا پھرتا رہے، بلکہ مسلمان کی نگاہ اتنی بلند ہونی چاہیے کہ اُس کی سب سے بڑی آرزو اللہ تعالیٰ کی رِضا، محبوبِ کریم ﷺ کی خوشنودی اور جنّت کا حصول ہو۔

شاعرِ مشرق محمد اقبال علیہ الرحمہ نے بھی بچوں کی ذہن سازی کرتے ہوئے اُنھیں ایک نہایت حسین سوچ دی:

لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنّا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

25 ستمبر کو عالمی سطح پر اُمّیدوں اور آرزوؤں کا دن (World Dream Day) منایا جاتا ہے۔ اِس مُناسَبت سے آج کے خطبہ میں بلند ہمتی سے متعلق چند اَہَمّ باتوں کا تذکرہ کیا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ:

1) عالی شان سوچ کے لیے سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بلند ہِمَّتی سے کیا مراد ہے:

أ. عالی ہمتی یہ ہے کہ مسلمان اِس بات کی تمنّا رکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ اور رسولِ رحمت ﷺ کا منظورِ نظر اُمّتی بن جاؤں! مجھے تقوٰی سے ایسا وافِر حصّہ نصیب ہو کہ متّقین کا امام و پیشوا بن سکوں! میرے علم و عمل سے اسلام سربلند ہو اور مسلمانوں کو نفع پہنچے! میرے والدین اور بزرگ مجھ سے خوش ہوں! میری اولاد دین دار اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنے! میری زندگی اسلام پر گزرے اور خاتمہ ایمان پر ہو۔

ب. اِس کے برعکس کوتاہ ہمتی یہ ہے کہ انسان اپنے وقت اور صلاحیتوں کو عالی شان مقاصِد حاصل کرنے میں صَرف کرنے کے بجائے دُنیاوی فوائد تک محدود کر دے.. وہ ذاتی عیش و عشرت میں اِضافے کے لیے سرگرداں رہے، مگر اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی خیر خواہی سے متعلق سوچے ہی نہیں... اُس کا دل تقوٰی و اِخلاص اور خیر خواہی جیسے عمدہ اوصاف سے آراستہ ہونے کے بجائے تکبُّر، رِیاکاری، خود پسندی اور مَفاد پرستی جیسی بُری صِفات سے آلودہ ہو جائے۔

2) عزم واِرادے کی بَلندی پانے کے لیے تین باتیں بہت اَہم ہیں:

اَ. بارگاہِ اِلٰہی میں دُعا: اِس حقیقت میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ ہر بھلائی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی نصیب ہوتی ہے؛ لہٰذا ربِّ کریم کے حضور سچے دل سے مسلسل یہ دُعائیں کرنی چاہییں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے بَلند ہمتی عطا فرمائے اور گھٹیا سوچ سے ہمیشہ محفوظ رکھے! جانِ عالَم ﷺ نے اِس حوالے سے کئی دُعائیں تعلیم فرمائی ہیں۔

ب. قرآن وسنّت کا مطالعہ: ایمان کی ترقّی اور افکار و نظریات کی پختگی کے لیے تشریحاتِ اکابر کی روشنی میں قرآن وسنّت کو سمجھنے کی کوشش کرنا بے حدّ ضروری ہے۔ آیات واحادیث میں نہایت دل کش انداز سے حقائق کو یوں ذہن نشین کروایا گیا ہے کہ انسان کی سوچ ثریا کی بَلندیوں کو چھونے لگتی ہے۔

ج. پسندیدہ شخصیات کی پیروی: انسان کی سیرت و کردار پر اُس کی آئیڈیل شخصیات کا گہرا اثر ہوتا ہے، چنانچہ بَلند ہمتی حاصل کرنے کے لیے ایسی شخصیات کو اپنا راہ نما بنانا چاہیے کہ جو پاکیزہ سوچوں اور عالی شان تصوُّرات کی حامل ہیں۔ اِن میں سرِ فہرست امام الانبیا ﷺ ہیں، پھر آپ کے صحابہ واہلِ بیت اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والے بزرگانِ دین مثالی شخصیات ہیں۔ افسوس کہ ہماری نسلِ نَو سرورِ عالَم ﷺ کی مُبارَک سیرت اور کردارِ اکابِر کے مُطالَعہ سے محروم ہوتی چلی جارہی ہے! جب ہم دُنیا کے پجاریوں کو اپنا آئیڈیل بنائیں گے تو فکر و نظر میں بلندی اور کردار میں عظمت کیسے پیدا ہوگی؟

3) یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ ہر خواہش اِس قابل نہیں ہوتی کہ اُسے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ ہمیں اپنی خواہشات کو شریعتِ مطہرہ کے معیار پر پرکھنا چاہیے، جو آرزو دینی تعلیمات کے خلاف ہو اُسے دل سے نکال دینا چاہیے۔

سیدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہما نے جانِ جہاں ﷺ سے روایت کیا: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ۔ ”تم میں سے کوئی بھی اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے۔“

(السنّة لابن أبي عاصم، الحديث: 15۔ شرح السنّة للبغوي، الحديث: 104۔ نوادر الأصول في أحاديث الرسول ﷺ للحكيم، ج:4، ص:164۔ قال النوويّ في الأربعين: حديث حسن صحيح) خلاصہ یہ ہے کہ اگر بندہ شرعی احکام کو اچھا اور منع کردہ چیزوں کو بُرا نہ سمجھے تو مومن ہی نہیں اور اپنی چاہت پر عمل سے پہلے شریعت کا لحاظ نہ کرے تو اُسے کامل ایمان نصیب نہیں۔

شرعی مسئلہ: خرید و فروخت میں بعض اوقات کچھ رقم پیشگی ادا کی جاتی ہے، جسے بَیعانہ (Advance Payment) کہا جاتا ہے۔ ایسا کرنا جائز ہے۔

یاد رہے کہ اگر کسی وجہ سے بیع (سودے) کو ختم کیا جائے تو بائع کو یہ اِجازت نہیں کہ بیعانہ ضبط کرلے، ایسا کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ سرورِ عالَم ﷺ نے واضح طور پر اِس سے منع فرمایا ہے۔ (سننِ ابنِ ماجہ، حدیث:2192۔ سننِ ابوداؤد، حدیث:3502)

(مزید کے لیے ملاحظہ کیجیے: فتاوٰی رضویہ، ج:17، ص:94، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ)

اللہ تعالیٰ اولوالعزم رسولوں کے تاجدار ﷺ کے صدقے میں ہمیں بھی پختہ نظریات، پاکیزہ سوچ اور بلند عزم وہمّت سے سرفراز فرمائے! اور ہمارے کردار کو نورِ قرآن سے منوّر کردے!

خالقِ کائنات تمام اُمتِ مسلمہ کو ہر طرح کی آفات سے نَجات عطا کرے! خصوصًا پاکستان کی مَعاشی مشکلات کو آسان فرمائے اور حوادِثِ زمانہ سے اِس کی حفاظت فرمائے! ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی وبیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، اِسے امن وسلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ فرمادے!

قادرِ مطلق مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار فرمائے! اہلِ غزہ سمیت دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اور اسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم ﷺ!